WWW.AHLULHADEETH.NET

بدعت کی اقسام اور احکام

ریاض کی مسجد مُصعب بن عبدالعزیز کے امام وخطیب فضیلة الشیخ ڈاکٹر صالح بن فوزان آل فوزان سابق مفتی اعظم سعودی عرب شیخ عبدالعزیز بن باز کے شاگرد ہیں۔ المعهد العالي للقضاء میں ڈائریکٹر کی ذمہ دایاں انجام دینے کے علاوہ آپ ریاض کے اسلامک لاء کالج میں پروفیسر بھی رہے ہیں۔ ریٹائرمنٹ کے بعد فتویٰ اور ریسرچ کے لئے آپ کو سعودی کبار علما بورڈ کا ممبر نامزد کیا گیا، ایسے ہی رابطہ عالم اسلامی کے فقہ کمپلیکس کے بھی آپ رکن ہیں۔ متعدد رسائل ومضامین کے علاوہ بیسیوں کتب کے آپ مؤلف ہیں اور سعودی عرب کے عوام میں آپ کی شرعی رائے کو بڑی وقعت دی جاتی ہے۔

لغوی تعریف

یہ ب دع سے ماخوذ ہے، جس کا معنی ہے: کسی چیز کو ایسے طریقے پر ایجاد کرنا کہ اس سے قبل اس کی کوئی مثال نہ ہو اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضِ﴾ (البقرة:۱۱۷)

یعنی ”ان کا ایجاد کرنے والا ایسے طریقے پر جس کی پہلے کوئی مثال نہیں ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ (الاحقاف:۹)

یعنی ”میں اللہ کی جانب سے بندوں کی طرف پیغام لانے والا پہلا انسان نہیں ہوں، بلکہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔“

اور مثل مشہور ہے: ابتدع فلان بدعة

یعنی ”اس نے ایسا طریقہ ایجاد کیا ہے کہ اس سے پہلے کسی نے ایسا نہیں کیا ہے۔“

ابتداع وایجاد کی دو صورتیں ہیں:

① عادات میں ایجاد: جیسا کہ دورِ حاضر میں نئی نئی ایجادات دریافت ہو رہی ہیں اور ان کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے، کیونکہ عادات میں اصل اِباحت ہے۔

② دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کرنا: حرام ہے، اس لئے کہ دین میں اصل 'توقیف' ☆ ہے، چنانچہ

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جس کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔'' (متفق علیہ؛ بخاری؛ کتاب الصلح، رقم ۲۶۹۷)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ

''جس نے کوئی ایسا کام کیا جو ہمارے دین کیخلاف ہے تو ایسا کام رد کردیا جائے گا۔'' (مسلم)

بدعت کی اقسام

دین میں بدعت کی دو قسمیں ہیں:

① نظریات اور عقائد میں بدعت:

مثلاً جہمیہ، معتزلہ، رافضہ اور دیگر گمراہ فرقوں کے نظریات واعتقادات

② عبادات میں بدعت: اس کی بھی چند صورتیں ہیں:

پہلی قسم: نفس عبادت ہی بدعت ہو، یعنی کوئی ایسی نئی عبادت ایجاد کرلی جائے جس کی شریعت میں کوئی بنیاد اور اصل نہ ہو۔ مثلاً کوئی ایسی نماز، روزہ یا عید، جیسے عیدِ میلاد وغیرہ ایجاد کرنا جس کا پہلے شریعت میں وجود ہی نہیں تھا۔

دوسری قسم: کسی مشروع عبادت میں اپنی طرف سے کوئی اضافہ کرلینا مثلاً کوئی شخص ظہر یا عصر کی نماز میں پانچویں رکعت کا اضافہ کردے۔

تیسری قسم: عبادت کے طریقہ ادائیگی میں بدعت، یعنی کسی عبادت کو ایسے طریقہ پر

☆ توقیف شریعت کی اصطلاح ہے جو موقوف سے ہے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ ایسا فعل جو اللہ کی ہدایت اور رہنمائی پر ہی موقوف ہو، اس فعل کی بنیاد اللہ کی رہنمائی ہو نہ کہ انسان کی ذاتی سمجھ بوجھ۔ شریعتِ اسلامی کا اُصول یہ ہے کہ عبادات میں اصل توقیف ہے، یعنی اصل ان میں 'حرمت' ہے۔ کوئی بھی عبادت بجالانا اسی وقت ہی درست ہوگا، جب اس کے بارے میں شریعت کی ہدایت پائی جائے، اپنی طرف سے عبادت گھڑی نہیں جاسکتی۔ البتہ معاملات یعنی انسانی زندگی کے روزمرہ معمولات میں اصل بات 'حلت' ہے۔ انسان کے دنیاوی اُمور تمام کے تمام جائز ہیں جب تک ان کے بارے میں شریعت میں حرمت کی دلیل نہ پائی جائے۔ مثلاً وہی سودے کرنا حرام ہے، جن کے بارے میں شریعت میں نہی آئی ہے، اور وہی گوشت کھانا حرام ہے جس کی ممانعت شریعت میں ملتی ہے۔ (ح۔م)

کرنا، جس کو اللہ تعالیٰ نے مشروع قرار نہیں دیا، مثلاً مل کر خوش الحانی کے ساتھ اونچی آواز میں مسنون اذکار کا ورد کرنا۔ جیسا کہ آج کل ہمارے ہاں بعض حضرات نماز ختم ہوتے ہی اجتماعی انداز میں اونچی آواز میں لا إله إلا الله کا وِرد کرتے ہیں یا عبادت میں اپنے آپ پر اس قدر سختی برتنا کہ وہ سنتِ رسول ﷺ سے تجاوز کر جائے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں تین صحابہؓ کا واقع مشہور ہے کہ ایک نے ساری ساری رات نوافل پڑھنے کا عزم کیا، ایک نے ہمیشہ روزہ رکھنے کا عزم باندھا اور ایک نے عمر بھر نکاح نہ کرنے کا عہد کیا کہ میری عبادت خلل انداز نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا: «من أعرض عن سنتي فليس مني»

''جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔''

چوتھی قسم: کسی مشروع عبادت کے لئے کوئی ایسا وقت متعین کر لینا، جسے شریعت نے معین نہ کیا ہو، جیسا کہ بعض لوگ پندرہویں شعبان کو خاص طور پر نفل نوافل اور روزہ کا اہتمام کرتے ہیں؛ یہ بدعت ہے، کیونکہ نفلی نماز و روزہ تو مشروع ہے لیکن اس کے لئے اپنی طرف سے کوئی وقت متعین کر لینا، اس کے لئے شرعی دلیل کی ضرورت ہے۔

دین میں بدعات ایجاد کرنے کا حکم

دین میں کوئی بھی بدعت ایجاد کرنا حرام اور باعثِ گمراہی ہے۔ اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کے یہ فرامین ہیں:

« وإياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة»

① ''دین کے اندر نئی چیزیں داخل کرنے سے باز رہو، بلاشبہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔'' (ابوداود؛ کتاب السنۃ، رقم ۴۶۰۷، ترمذی؛ کتاب العلم، رقم ۲۶۷۶)

امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح حسن قرار دیا ہے۔

② فرمانِ نبویؐ: «من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ»

(متفق علیہ؛ بخاری، کتاب الصلح، رقم ۲۶۹۷)

''جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جس کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''

③ فرمانِ نبویؐ: «من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو ردّ»
(مسلم: کتاب الاقضیہ، باب نقض الاحکام الباطلہ)

''جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو ایسا کام رد کیا جائے گا۔''

یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عبادات و اعتقادات میں بدعات داخل کرنا حرام ہے، لیکن یہ حرمت، بدعت کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہے۔

◉ بعض بدعات تو صریح کفر ہیں جیسا کہ صاحبِ قبر کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اس کی قبر کا طواف کرنا، اس کے در پر نذر و نیاز دینا، چڑھاوے چڑھانا، ان سے مرادیں مانگنا اور مدد کی فریاد کرنا۔ اسی طرح غالی جہمیوں اور معتزلیوں کے نظریات بھی صریح کفر کے زمرہ میں آتے ہیں۔

◉ بعض بدعات 'ذرائع شرک' کے زمرہ میں آتی ہیں جیسے قبروں پر عمارتیں تعمیر کرنا، وہاں نماز پڑھنا اور دعائیں مانگنا۔

◉ بعض بدعات اعتقادی گمراہی کے زمرہ میں آتی ہیں جیسا کہ خوارج، قدریہ اور مرجیہ کے وہ جدید نظریات اور عقائد جو شریعت کے مخالف ہیں۔

◉ اور بعض بدعات معصیت و نافرمانی کے زمرہ میں آتی ہیں، جیسے نکاح کرنے سے کنارہ کشی اور روزہ کی حالت میں دھوپ میں کھڑے ہونے کی نذر ماننا، اسی طرح شہوتِ جماع ختم کرنے کی غرض سے اپنے آپ کو خصی کرلینا۔ (الإعتصام للشاطبي: ۲/ ۳۷)

تنبیہ: یاد رہے کہ جو شخص بدعت کی تقسیم اچھی اور بری بدعت سے کرتا ہے، وہ غلطی پر ہے اور رسول اللہ ﷺ کے اس قول: «فإن كل بدعة ضلالة» کی مخالفت کر رہا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بغیر کسی تقسیم کے تمام بدعات کو گمراہی قرار دیا ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ بعض لوگ تمام بدعات کو گمراہی قرار نہیں دیتے بلکہ بعض بدعات کو حسنہ کہتے ہیں۔

حافظ ابن رجبؒ اپنی کتاب 'جامع العلوم والحکم' میں فرماتے ہیں کہ

''رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان: «فإن كل بدعة ضلالة» آپؐ کے جوامع الکلم میں سے ہے جس سے بدعت کی کوئی صورت بھی خارج نہیں ہے۔ یہ حدیث اُصولِ دین میں عظیم

اساس کی حیثیت رکھتی ہے اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان: «من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ» کی طرح بدعت کی تمام نوعیتوں کو محیط ہے۔ لہٰذا کوئی بھی شخص جو بھی نئی چیز ایجاد کرے اور پھر اسے دین بنا کر پیش کرے، حالانکہ دین میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے تو وہ گمراہی ہے اور اللہ کا دین اس سے بری ہے؛ خواہ اس کا تعلق اعتقادی مسائل سے ہو یا ظاہری و باطنی اعمال واقوال سے۔'' (جامع العلوم والحکم، ص:۲۲۳)

اور بدعتِ حسنہ کہنے والوں کے پاس دلیل صرف حضرت عمرؓ کا تراویح کے بارے میں یہ قول ہے کہ نعمت البدعة هذه ''یہ اچھی بدعت ہے۔'' اسی طرح وہ یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ بہت ساری چیزیں ایسی وقوع پذیر ہوئی ہیں جن کا سلف میں سے کسی نے انکار نہیں کیا جیسے (حضرت ابوبکرؓ کا) قرآنِ کریم کو جمع کرنا، اسی طرح حدیث کی کتابت وتدوین وغیرہ

✿ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ چیزیں کوئی نئی نہیں، بلکہ شریعت میں ان کی دلیل اور اصل موجود ہے، لہٰذا حضرت عمرؓ کا تراویح پر فرمان: ''نعمت البدعة هذه'' میں تراویح پر بدعت کا اطلاق اپنے لغوی معنی کے لحاظ سے ہے، شرعی معنی کے طور پر اُنہوں نے اسے بدعت قرار نہیں دیا۔ کیونکہ تراویح کی جماعت کی اصل شریعت میں موجود ہے، نبی ﷺ نے خود چند راتیں تراویح کی نماز پڑھائی ہے اور پھر اس خدشہ سے اس کی جماعت کروانا چھوڑ دی کہ کہیں فرض نہ ہو جائے۔ صحابہ کرامؓ برابر نبی ﷺ کی زندگی میں اور وفات کے بعد تراویح الگ الگ پڑھتے رہے، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں تمام لوگوں کو اسی طرح ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا جس طرح کے نبی کریم ﷺ کے پیچھے پڑھتے رہے۔ کیونکہ وحی منقطع ہو چکی تھی اور اب تراویح کے فرض ہونے کا خدشہ نہیں رہا تھا۔ چنانچہ تراویح کو بھلا حضرت عمرؓ بدعت کیسے قرار دے سکتے ہیں؟ لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ اس سے ان کی مراد لغوی بدعت ہی تھی، کیونکہ شرعی لحاظ سے بدعت اُسے کہا جاتا ہے جس کی شریعت میں ایسی کوئی اصل موجود نہ ہو، جس کی طرف رجوع کیا جا سکے۔

✿ اسی طرح قرآن کریم کو کتاب کی شکل میں جمع کرنے کی اصل بھی شریعت میں موجود تھی، اس لئے کہ خود نبی کریم ﷺ صحابہؓ کو قرآن کریم لکھنے کا حکم دیا کرتے تھے اور نبی ﷺ

کے دور میں پورا قرآن لکھا ہوا موجود تھا، البتہ باقاعدہ کتابی شکل میں نہ تھا۔ بعد میں حضرت ابوبکرؓ نے حفاظت کی غرض سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے قرآن کو ایک مصحف میں جمع کر دیا۔

❁ اور کتابتِ حدیث کی بھی شریعت میں اصل موجود ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے بعض صحابہ کرامؓ کو احادیث لکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی اور ابتدا میں جو آپ نے کتابتِ حدیث سے منع فرمایا تھا تو اس کی وجہ یہ خدشہ تھا کہ کہیں احادیث قرآن کریم کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائیں۔ لیکن جب صحابہؓ کو اس کی تمیز ہو گئی تو یہ خطرہ نہ رہا اور آپ کی وفات ہو گئی تو یہ خطرہ بالکل ٹل گیا، کیونکہ قرآن آپ کی وفات سے پہلے ہی مکمل طور پر محفوظ ہو چکا تھا۔ لہٰذا ائمہ دین نے سنت کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے اس کو مدوّن کرنا شروع کر دیا۔ یہ ان کا اُمتِ مسلمہ پر عظیم احسان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کو قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم سے نوازے!!

شریعتِ اسلامیہ کی تاریخ میں بدعات کا ظہور اور اس کے اسباب

أولا: شریعتِ اسلامیہ کی تاریخ میں بدعات کے ظہور کے سلسلہ میں دو حوالوں سے گفتگو کی جا سکتی ہے:

❶ بدعات کے ظہور کا زمانہ

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

”یہ بات بالکل واضح ہے کہ علوم و عبادات سے متعلقہ عام بدعات خلفاے راشدین کے آخری دور میں ہی رونما ہو چکی تھیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خود ہی اس کی خبر دے دی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا: «من يعش منكم بعدي فسيرى اختلافا كثيرًا، فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين من بعدي» (مجموع الفتاوىٰ: ۱۰/۳۵۴)

”تم میں سے جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے، وہ بہت زیادہ اختلافات دیکھیں گے، لہٰذا میرے بعد تم میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا اور اسی پر جمے رہنا“

پھر ایسے ہی ہوا کہ دوسری صدی ہجری میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی ہی میں انکار

تقدیر، انکارِ عمل، تشیع اور خوارج کی بدعات وخرافات رونما ہوئیں لیکن صحابہؓ نے سنتِ نبوی ﷺ کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھا اور ان تمام بدعات کی پرزور تردید کی۔

اس کے بعد 'اعتزال' کی بدعت ظاہر ہوئی جس سے مسلمانوں میں طرح طرح کے فتنے پھوٹ پڑے۔ نظریات میں اختلاف پیدا ہوا، بدعات اور نفس پرستی کی جانب لوگوں کا رجحان بڑھا۔ تصوف کا فتنہ رونما ہوا اور پھر خیر القرون کے بعد قبروں پر بڑی بڑی تعمیرات جیسی بدعات ظاہر ہوئیں اور پھر امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ طرح طرح کی بدعات میں اضافہ ہوتا گیا۔

۲ بدعات کے ظہور کے مقامات

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بصرہ، کوفہ اور شام یہ پانچ بڑے بڑے شہر ایسے تھے جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سکونت اختیار کی اور پھر ان علاقوں سے علم وایمان کی قندیلیں روشن ہوئیں۔ قرآن و حدیث، فقہ وعقیدہ اور دیگر اسلامی اُمور کی کرنیں پھوٹیں لیکن افسوس کہ سوائے مدینہ منورہ کے اِنہی شہروں سے ہی اعتقادی بدعات وخرافات کی راہیں نکلیں۔

کوفہ سے شیعیت و مرجئہ کا فتنہ پھوٹا جس نے رفتہ رفتہ دیگر شہروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ بصرہ سے فتنہ قدریت واعتزال اور دیگر عقائدِ فاسدہ کا ظہور ہوا اور شام ناصبیت اور قدریت کا مرکز بنا رہا۔ اور ان سب سے بڑھ کر جہمیت کا عظیم فتنہ تھا جو خراسان کی جانب سے ظہور پذیر ہوا۔ اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب فرقہ بندی کا ناسور پھوٹا تو اس کے نتیجہ میں حروریہ کی بدعت رونما ہوئی۔

الغرض جو علاقہ مدینہ منورہ سے جس قدر دور تھا، اسی قدر وہ بدعات وخرافات میں بھی دیگر علاقوں سے آگے تھا۔ لیکن دیارِ رسول ﷺ، مدینہ منورہ ان تمام بدعات وخرافات سے محفوظ رہا، اگرچہ وہاں قدریہ وغیرہ کا ایک گروہ ایسا تھا جو اپنے خبثِ باطن میں ان بدعات وخرافات کو چھپائے بیٹھا تھا، مگر وہاں ان کی کوئی اہمیت نہ تھی اور اہل مدینہ کی نظروں میں وہ لوگ ذلیل ترین تھے۔ اس کے برخلاف کوفہ میں شیعیت وارجا، بصرہ میں اعتزال وتصوف اور شام میں ناصبیت کی بدعات وخرافات اپنے زوروں پر تھیں۔

اور خود نبی کریم ﷺ نے اس بات کی پیشین گوئی کردی تھی کہ مدینہ منورہ فتنوں سے محفوظ

رہے گا۔ چنانچہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ دجال مدینہ میں داخل نہیں ہوگا۔ اور وہاں اصحابِ امام مالکؒ کے دور تک علم وعرفان کا چرچا رہا اور اصحابِ مالکؒ کا دور چوتھی صدی ہجری کا زمانہ تھا۔ چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ خیر القرون کے دور تک مدینہ منورہ میں کوئی نمایاں بدعت ظہور پذیر نہیں ہوئی۔ (مجموع الفتاویٰ:۲۰/۳۰۰)

ثانیا: بدعات کے ظہور کے اسباب

بدعات وخرافات کی آلائشوں سے بچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ کتاب وسنت کا دامن مضبوطی سے تھام لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ﴾ (الانعام:۱۵۳)

''اور یہی میرا راستہ سیدھا ہے، اسی کی پیروی کرو اور دیگر راستوں کی پیروی نہ کرو جو تمہیں اس کے راستے سے جدا کردیں۔''

نبی کریم ﷺ نے اس بات کو نہایت واضح انداز میں بیان کردیا تھا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے۔ پھر اس کے دائیں بائیں چند لکیریں کھینچی اور فرمایا: یہ مختلف راستے ہیں اور ہر راستے پر شیطان بیٹھا اپنی جانب بلا رہا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (الانعام:۱۵۳)

''اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کردیں گی۔ اس کا تم کو اللہ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔'' (مسند احمد:۱/۴۳۵، صحیح ابن حبان:۱/۱۸۱، مستدرک حاکم:۲/۳۴۸)

پس جو شخص بھی کتاب وسنت سے روگردانی کرے گا، وہ یقیناً ان گمراہ کن راستوں اور نئی نئی بدعات کا شکار ہو جائے گا۔

بنیادی طور پر درج ذیل اسباب تھے جو ان بدعات کے ظہور کا باعث ہوئے:

① دینی احکام سے جہالت

② ہویٰ پرستی اور خواہشات نفس کی پیروی

③ نظریاتی اور شخصی تعصب، کفار کی مشابہت اور تقلید

اب ہم ان اسباب کو قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں:

① دینی احکام سے لاعلمی اور جہالت

زمانہ گزرتا رہا اور جوں جوں دنیا آثارِ رسالت سے دور ہوتی گئی، اُسی قدر علم کی روشنی ماند پڑتی رہی اور جہالت کے سائے گہرے ہوتے گئے۔ پیغمبر ﷺ نے پہلے ہی اس عالم پر آشوب کی خبر ان الفاظ میں دے دی تھی:

''تم میں سے زندہ رہنے والا شخص بہت سارے اختلافات دیکھے گا۔''

(سنن الترمذی، حسن صحیح، رقم: ۲۶۰۰، سنن ابوداود: ۳۹۹۱)

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ علم بندوں سے چھین کر نہیں ختم کرے گا، بلکہ علما کو ختم کر کے علم ختم کرے گا۔ حتیٰ کہ جب کوئی عالم بھی زندہ نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا امیر بنا لیں گے۔ جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے گا تو بغیر علم کے فتوے دیں گے اور خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔'' (جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر: ۱/۱۸۰)

علم اور علما ہی بدعت کا منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں اور جب علم اور علما ہی کا وجود ختم ہو جائے تو بدعت کے پھلنے پھولنے اور بدعتیوں کے سرگرم ہونے کے مواقع خوب میسر ہو جاتے ہیں۔

② خواہشاتِ نفس کی پیروی

جو شخص کتاب وسنت سے اعراض کی روش اختیار کر لیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خواہشاتِ نفس کی پیروی کر رہا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللهِ﴾ (القصص: ۵۰)

''اگر یہ تیری بات نہ مانیں تو تم یقین کر لو کہ یہ صرف اپنی خواہش کی پیروی کر رہے ہیں اور اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے جو راہِ ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے لگ جائے۔''

نیز فرمانِ الٰہی ہے:

﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهِ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللهِ﴾ (الجاثیہ:۲۳)

''کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اسکے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اسکی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے۔''

اور یہ بدعات وخرافات اتباعِ ہوٰی کی ہی پیداوار ہیں!!

۳ شخصی تعصب اور آباء واجداد کی تقلید

جب انسان اپنی آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ لیتا ہے تو اس کے لئے دلیل کے پیچھے چلنا اور راہِ حق کی پہچان ناممکن ہو جاتی ہے، اس لئے قرآن اس طرزِ عمل کی پرزور تردید کرتا ہے، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَإِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا أَنْزَلَ اللهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَآءَنَا﴾ (البقرۃ:۱۷۰)

''اور ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالٰی کی اُتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔''

اور آج یہی حال بعض متعصب پیروانِ مذاہب، صوفیا اور قبروں کے پجاریوں کا ہے جب اُنہیں کتاب وسنت کی اتباع اور اس کی مخالفت کو ترک کرنے کی دعوت دی جاتی ہے تو یہ حضرات اپنے مذاہب، مشائخ اور آباء واجداد کے عمل کو بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں۔

۴ اغیار کی مشابہت

سب سے زیادہ جو چیز انسان کو بدعات وخرافات میں مبتلا کرتی ہے، وہ کفار کی مشابہت ہے۔ چنانچہ ابوواقد لیثی سے روایت ہے کہ

''ہم اللہ کے رسول کے ساتھ غزوۂ حنین کے لئے نکلے اور اس وقت ہم نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ مشرکوں کے لئے ایک بیری کا درخت تھا، اسے ذاتِ انواط کہا جاتا تھا۔ یہاں یہ لوگ اعتکاف کرتے اور اس کے ساتھ اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے۔ تو ہمارا گذر بیری کے درخت

کے پاس سے ہوا، ہم نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ! ہمارے لئے بھی 'ذاتِ انواط' بنا دیجئے جس طرح کہ ان کے لئے ذاتِ انواط ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تعجب کرتے ہوئے فرمایا: ایسے ہی وہ اعمال تھے جس کی وجہ سے پہلی قومیں تباہ ہوئیں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم نے وہی بات کہی جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے کہی تھی:

﴿اِجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾ (الاعراف:۱۳۸)

''ہمارے لئے بھی ایک معبود ایسا ہی مقرر کردیجئے جیسے ان کے یہ معبود ہیں۔'' آپ نے فرمایا: تم لوگ واقعی بڑے جاہل ہو۔'' (المعجم الکبیر:۳/۲۴۴، رقم:۳۲۹۱)

اور نبی ﷺ نے فرمایا:«لترکبن سنن من کان قبلکم» (مسند احمد:۲/۴۵۰)

''یقیناً تم ضرور پہلی قوموں کے طریقوں پر چلو گے۔''

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کفار کی مشابہت کی جستجو ہی تو تھی جس نے بنی اسرائیل اور بعض صحابہؓ کو اپنے نبی سے اس قسم کے مشرکانہ مطالبہ پر اکسایا کہ ہمارے لئے ایک ایسا معبود مقرر کردیں جس کی ہم پرستش کریں۔

کیا یہی کچھ آج نہیں ہو رہا؟ مسلمانوں کی اکثریت کفار کی تقلید میں بے شمار بدعات وخرافات میں مبتلا ہوچکی ہے۔ برتھ ڈے منانا، مخصوص اعمال کیلئے دنوں اور ہفتوں کی تعیین، یادگاری چیزوں اور دینی یادوں پر جلسے جلوس منعقد کرنا، یادگاری تصاویر آویزاں کرنا، مجسّمے قائم کرنا، ماتم وعزا کی محافل کا انعقاد، جنازے کی بدعات، قبروں پر مزارات بنانا اور ان پر بڑی بڑی مساجد تعمیر کرنا اور ان پر سال بسال میلہ لگانا، کیا یہ سب شرکیہ اور بدعیہ اعمال نہیں ہیں؟

اہل بدعت کے بارے میں اہل السنۃ والجماعہ کا موقف

اهل السنة والجماعة نے ہمیشہ سے اہل بدعت کی تردید اور ان کی بدعات پر نکیر کی اور لوگوں کو بدعات کے ارتکاب سے منع کیا۔ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

① اُمّ درداءؓ سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ ابوالدرداءؓ میرے پاس غصے کی حالت میں آئے، میں نے پوچھا: کیا بات ہے؟ کہنے لگے: اللہ کی قسم! میں ان لوگوں میں محمد کے دین سے کچھ نہیں دیکھتا، سوائے اس کے یہ تمام لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ (بخاری:۶۵۰)

② عمرو بن یحییٰ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا، وہ اپنے

والد سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم لوگ صبح کی نماز سے پہلے عبداللہ بن مسعودؓ کے دروازے پر اس انتظار میں بیٹھے تھے کہ وہ نکلیں تو ہم سبھی ان کے ساتھ مسجد چلیں۔اتنے میں ابوموسیٰ اشعریؓ آئے اور پوچھا: کیا ابھی تک ابوعبدالرحمٰن (ابن مسعودؓ) نہیں نکلے؟ ہم نے کہا: نہیں ابھی تک تو نہیں نکلے۔چنانچہ وہ بھی ان کے انتظار میں بیٹھ گئے۔جب وہ نکلے تو ہم بھی لوگ کھڑے ہوگئے۔

ابوموسیٰ کہنے لگے: اے ابوعبدالرحمٰن! میں نے ابھی مسجد میں ایک نئی اور اجنبی چیز دیکھی ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ خیر ہی دیکھی ہے۔ اُنہوں نے پوچھا: کیا دیکھا ہے؟ ابوموسیٰؓ نے جواب دیا: اگر زندگی رہی تو آپ بھی ایسا ہی پائیں گے۔پھر بتانے لگے کہ میں نے مسجد میں کچھ لوگوں کو حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے دیکھا، وہ نماز کے انتظار میں تھے۔سب کے ہاتھ میں کنکریاں تھیں۔ ہر حلقہ میں ایک آدمی تھا، جب وہ کہتا کہ سو بار اللہ أکبر کہو تو سب لوگ سو بار اللہ أکبر کہتے اور جب وہ کہتا کہ سو بار لا إله إلا الله کہو تو وہ سو بار لا إله إلا الله کہتے، جب وہ کہتا کہ سومرتبہ سبحان اللہ کہو تو وہ سومرتبہ سبحان اللہ کہتے۔

یہ سن کر ابوعبدالرحمٰنؓ نے ابوموسیٰ سے کہا: تم نے اُنہیں یہ کیوں نہیں کہا کہ اپنے گناہوں کی فکر کرو، میں تمہیں یقین سے کہتا ہوں کہ تمہاری نیکیوں میں کچھ بھی اضافہ نہیں ہوگا۔ پھر وہ چلے، ہم بھی ان کے ساتھ چل پڑے، یہاں تک کہ وہ ان حلقوں میں سے ایک حلقے کے پاس آکر کھڑے ہوئے اور کہا: میں یہ تمہیں کیا کرتے دیکھ رہا ہوں؟ تو اُنہوں نے جواب دیا کہ اے ابوعبدالرحمٰن! کنکریاں ہیں جن سے ہم تکبیر وتہلیل، تسبیح اور تحمید کے اذکار کا شمار کرتے ہیں۔ تو عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا:

تم لوگ اپنی اپنی خطائیں شمار کرو، میں تمھیں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ تمہاری کوئی نیکی بھی برباد نہیں ہوگی۔ اے امت محمد ﷺ! تمہاری تباہی وبربادی ہو! کتنی جلدی تم نے اپنی ہلاکت کا سامان کرلیا۔ یہ صحابہ کرامؓ کی کثیر تعداد موجود ہے، یہ نبی ﷺ کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور آپ ﷺ کے برتن ابھی ٹوٹے نہیں اور تم نے یہ بدعات گھڑ لیں۔اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یا تو تم لوگ ایسے طریقے پر ہو جو محمد کے طریقے سے

زیادہ بہتر ہے یا یقیناً تم گمراہی کے دروازے کھول رہے ہو!!

تو اِن لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! اے ابوعبدالرحمٰن، ہمارا مقصد سوائے خیر کے کچھ نہیں تھا۔ آپؓ نے فرمایا: یاد رکھو بہت سے خیر کے متلاشی ایسے ہیں جو اسے ہرگز نہیں پا سکتے۔ رسول اللہؐ نے ہم کو ایک حدیث سنائی کہ ''ایک قوم قرآنِ مجید پڑھے گی لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔'' اور اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں، ہوسکتا ہے کہ وہ زیادہ تر تمہیں میں سے ہوں۔ یہ کہہ کر آپؓ وہاں سے واپس چلے گئے۔

عمرو بن سلمہ کہتے ہیں کہ ہم نے 'نہروان' کے دن دیکھا کہ وہی لوگ خوارج کے ساتھ مل کر ہم سے نیزہ زنی کر رہے تھے۔ (سنن الدارمی، المقدمہ، باب فی کراہیۃ أخذ الرائ، رقم:۲۰۶)

③ ایک آدمی حضرت امام مالک بن انسؒ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میں کہاں سے احرام باندھوں؟ تو آپؒ نے جواب دیا کہ جو میقات رسول اللہ ﷺ نے مقرر کیا ہے، وہاں سے احرام باندھو۔ آدمی نے کہا کہ اگر میں اس میقات سے ذرا پہلے احرام باندھ لوں تو؟ امام مالک نے کہا: میں اسے درست نہیں سمجھتا۔ اس آدمی نے کہا: اس میں حرج کیا ہے؟ آپؒ نے فرمایا: مجھے اندیشہ ہے تم کہیں فتنے میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ اس آدمی نے کہا کہ خیر کی جستجو میں بھلا کیا فتنہ ہوسکتا ہے؟ یہ سن کر امام مالکؒ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهٖٓ أَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾ (النور:٦٣)

''سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں، اُنہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچ جائے۔''

اور بھلا اس سے بڑھ کر اور فتنہ کیا ہوسکتا ہے کہ تم ایک ایسے کام کو باعثِ فضیلت قرار دے رہے ہو کہ (نعوذ باللہ) رسول اللہ اس فضیلت سے بہرہ ور نہ ہو سکے۔

(الباعث الحثیث از ابوشامہ ص:۱۴)

نمونے کے طور پر یہ چند مثالیں ذکر کی ہیں، ورنہ اللہ کے فضل و کرم سے ہر زمانے میں علماء کرام بدعات کی پرزور تردید کرتے رہے ہیں۔

اہل بدعت کی تردید میں اہل السنۃ والجماعۃ کا طریقہ

اس سلسلے میں اسلاف اہل سنت نے کتاب وسنت پر مبنی نہایت مثبت اور مسکت طریقہ اختیار کرتے ہوئے نہایت علمی انداز سے ان بدعات کا ردّ کیا ہے۔ وہ پہلے اہل بدعت کے شبہات پیش کرتے ہیں، پھر مدلل انداز سے ان کے شبہات کا توڑ کرتے ہوئے کتاب وسنت سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ سنت کو لازم پکڑنا اور بدعات وخرافات سے باز رہنا بہرحال ضروری ہے۔ اور اس سلسلے میں انہوں نے وعظ وارشاد اور تصنیف وتالیف سے کام لیا اور اپنی کتابوں میں ایمانیات وعقائد کے متعلق شیعہ، خوارج، جہمیہ، معتزلہ اور اشاعرہ کے گمراہ کن نظریات کا پوری قوت اور پرزور انداز سے ردّ کیا۔

اور علماء اہل سنت نے عقیدہ کے موضوع پر خاص طور پر کتب تالیف کیں۔ مثلاً امام احمد نے جہمیہ کے ردّ میں ایک کتاب لکھی۔ اسی طرح عثمان بن سعید دارمی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ ان کے شاگرد علامہ ابن قیم، شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب اور دیگر ائمہ نے ان تمام فرقِ باطلہ نیز قبوریوں اور صوفیوں کے ردّ میں مفید کتابیں لکھیں۔

بدعات کی تردید میں بھی بہت سی کتابیں موجود ہیں۔ بطورِ مثال کے ان میں سے چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ **قدیم کتب** میں سے:

① الاعتصام از امام شاطبیؒ

② اقتضاء الصراط المستقیم از شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ
جس کا بڑا حصہ اہل بدعت کے رد پر مشتمل ہے۔

③ إنکار البدع والحوادث از ابن وضاحؒ

④ الحوادث والبدع از طرطوشیؒ

⑤ الباعث علی إنکار البدع والحوادث از ابوشامہؒ

⑥ منہاج السنۃ النبویۃ فی الرد علی الرافضۃ والقدریۃ از ابن تیمیہؒ

جدید کتابوں میں سے

① الإبداع فی مضار الإبتداع از شیخ علی محفوظؒ

۲ السنن والمبتدعات المتعلقة بالأذكار والصلوات از شیخ محمد احمد شقیری حوامدی

۳ التحذیر من البدع از سماحة الشیخ ابن بازؒ

آج بھی مسلمان علماء کرام مجلّات ورسائل اخبار وجرائد، ریڈیو،ٹیلیویژن جمعہ کے خطبات ومقالات کے ذریعے مسلسل ان بدعات وخرافات اور اہل بدعت کی تردید کر رہے ہیں۔ اور ان کوششوں کا یقیناً مسلمانوں کو دینی تحفظ فراہم کرنے، بدعات اور اہل بدعت کا قلع قمع کرنے میں اہم کردار ہے اور اس کے بہت عمدہ اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

عصر حاضر میں رائج بدعات کے چند نمونے

دورِ حاضر کی تمام بدعات قلتِ علم، اہل بدعت کی کثرت، زمانۂ نبوت سے دوری اور غیروں کی مشابہت وتقلید کا نتیجہ ہیں اور رسول اللہ کے اس فرمان کا صحیح مصداق ہیں:

«لتتبعن سنن من كان قبلكم» (بخاری:۷۳۲۰)

یوں تو بدعات خرافات بہت زیادہ ہیں ،لیکن درج ذیل چند بدعات وہ ہیں کہ عوام کی اکثریت ان کی لپیٹ میں ہے :

۱ محفل عید میلاد النبی ﷺ

۲ مقامات،نشانات اور مردوں وغیرہ سے تبرک حاصل کرنا

۳ عبادات اور تقرب الی اللہ کی بدعتیں

۱ ربیع الاول میں میلاد النبیؐ کی مناسبت سے جشن منانا

محفل میلاد النبیؐ کا انعقاد بھی عیسائیوں کی مشابہت ہے۔بعض جاہل مسلمان اور راہِ حق سے ہٹے ہوئے دینی پیشوا رسول اللہؐ کی پیدائش کی مناسبت سے ہر سال ربیع الاول میں گھروں،مساجد یا اس مقصد کے لئے بنائے گئے مخصوص مقامات پر محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ جس میں عوام کی ایک بڑی تعداد شریک ہوتی ہے۔ یقیناً یہ کام بدعت ہے اور نصاریٰ کی مشابہت ہے کیونکہ سب سے پہلے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی محفل میلاد کی بدعت ایجاد کی تھی۔ بدعت اور نصاریٰ کی مشابہت کے علاوہ ایسی تمام محافل شرکیہ افعال اور دیگر کئی منکرات سے بھری ہوتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی شان میں غلو پر مبنی قصائد پڑھے جاتے ہیں جس میں

رسول اللہ سے مدد اور فریاد رسی کی جاتی ہے حالانکہ رسول اللہ نے اپنی مدح میں غلو کرنے سے منع فرمایا ہے۔آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«لاتطروني كما أطرت النصارىٰ ابن مريم إنما أنا عبد فقولوا: عبد الله ورسوله» (بخاری:۳۴۴۵)

''تم لوگ میری شان میں غلو(حد سے تجاوز) مت کرنا، جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم کے سلسلے میں غلو کیا، بلکہ میں ایک بندہ ہوں لہٰذا تم لوگ مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔''

اور اکثر لوگوں کا یہ اعتقاد بھی ہوتا ہے کہ رسول اللہ ان محفلوں میں حاضر ہوتے ہیں جو سرا سر شرک ہے۔

اس کے علاوہ انہی محافل میں ڈھول کی تھاپ اور موسیقی کی دھن پر گمراہ صوفیا کی خودساختہ اور شرکیہ قوالیاں گائی جاتی ہیں۔عورتوں اور مردوں کا مخلوط اجتماع ہوتا ہے جو کئی فتنوں اور فواحش کا باعث بن سکتا ہے۔ الغرض اگر یہ تمام منکرات نہ بھی ہوں تو بھی صرف محافل کا انعقاد اور وہاں کھانے پینے اور خوشی کا سامان کرنا ہی درست نہیں۔اس کا جواز کہاں سے ثابت ہوتا ہے؟ یہ بھی تو بدعت ہے۔«وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة»

''کیونکہ دین میں ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اور جب یہ ایک غلط کام ہے اور یہ حقیقت ہے کہ برائی برائی کو جنم دیتی تو پھر یقینی بات ہے کہ ان محافل میں بھی وہی منکرات پیدا ہوں گی جو دیگر محافل کا حصہ ہوتی ہیں۔

ہم نے اس کو بدعت کہا، کیوں؟ اس لئے کہ قرآن وحدیث میں اس کی کوئی دلیل اور اصل نہیں ہے اور سلف صالحین میں سے کسی نے بھی یہ کام نہیں کیا، حتیٰ کہ خیرالقرون میں بھی میں اس کا کوئی وجود نہیں ملتا۔سب سے پہلے فاطمی شیعوں نے چوتھی صدی ہجری کے بعد اس بدعت کو ایجاد کیا۔

امام ابوحفص تاج الدین فاکہانیؒ فرماتے ہیں کہ مبارکین کی ایک جماعت نے مجھ سے بار بار عید میلادالنبی ﷺ کے بارے میں سوال کیا اور نہایت واضح جواب کا مطالبہ کیا۔تو اللہ کی توفیق سے میں نے جواب دیا کہ

''کتاب وسنت میں اس میلاد کی کوئی اصل اور بنیاد میں نہیں جانتا اور نہ ہی اُمت کے ان

علما، جو متقدمین کے نقشِ قدم پر چلتے رہے اور ہمارے لئے ایک آئیڈل اور نمونہ کی حیثیت رکھتے ہیں، سے یہ عمل منقول ہے، بلکہ یہ بدعت ہے جسے باطل پرست لوگوں نے ایجاد کیا اور پھر حرام خور لوگوں نے اپنی خواہشاتِ نفس کو بروئے کار لانے اور حرام کمانے کے لئے غنیمت سمجھا اور اس بدعت کو پروان چڑھایا۔'' (رسالة المورد في عمل المولد)

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''اور ایسے ہی وہ چیزیں ہیں جو بعض لوگ گھڑ کر مناتے ہیں یا میلادِ عیسیٰ علیہ السلام میں نصاریٰ کی مشابہت کرتے ہوئے یا نبی کی محبت اور تعظیم میں آپ کی عیدِ میلاد مناتے ہیں، حالانکہ آپ کی تاریخ پیدائش میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ یہ سب اُمور بدعت ہیں کیونکہ اسے سلف ائمہ کرامؒ نے نہیں کیا ہے۔ اگر اس کا کرنا محض خیر ہوتا یا یہ عمل راجح ہوتا تو سلف صالحینؒ ہم سے زیادہ اس کے حقدار ہوتے کیونکہ وہ لوگ ہم سے زیادہ نبی کریمؐ سے محبت اور تعظیم کرنے والے تھے اور وہ لوگ خیر کے زیادہ حریص تھے نیز نبی کریمؐ کی محبت اور تعظیم کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی متابعت و فرمانبرداری، آپ کے حکم کی پیروی، آپ کی سنت کا احیا اور ظاہری و باطنی طور پر آپ کی دعوت کو عام کیا جائے اور اس کے لیے دل، ہاتھ اور زبان سے جہاد کیا جائے کیونکہ یہی طریقہ مہاجرین و انصار کے سابقین اوّلین کا ہے اور ان لوگوں کا بھی ہے جنہوں نے اچھائی کے ساتھ ان کی پیروی کی۔''

(اقتضاء الصراط المستقیم: ۶۱۵/۲، تحقیق ڈاکٹر ناصر العقل)

اور اس بدعت کے انکار میں نئی اور پرانی متعدد کتب اور رسائل لکھے گئے ہیں کہ عیدمیلاد النبیؐ بدعت اور نصاریٰ کی مشابہت ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر میلادوں کے قائم کرنے کی طرف لے جاتی ہے جیسے ولیوں، مشائخ اور بڑے بڑے قائدین کی میلاد منعقد کرنا جس سے بہت زیادہ مزید بدعات کے دروازے کھلیں گے۔

۲ آثارِ قدیمہ، متبرک مقامات اور زندہ و مردہ آدمیوں سے تبرک

'تبرک' کا معنی ہے، برکت طلب کرنا اور برکت کا مطلب ہے کسی چیز میں بھلائی کا پایا جانا اور پھر اس بھلائی میں اضافہ ہو جانا۔ نیز بھلائی اور اس کی زیادتی کی استدعا اسی شخص سے کی جا سکتی ہے جو اس کا مالک اور پھر اس پر قادر بھی ہو۔ اور اس حیثیت کی مالک اگر کوئی ذات ہو سکتی

ہے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے۔ وہی برکت کو نازل کرتا اوراس کو برقرار رکھ سکتا ہے۔ مخلوق برکت کو پیدا کرسکتی ہے نہ عطا کرنے اور اس کو باقی اور برقرار رکھ سکتی ہے۔ لہٰذا مزارات، آثارِ قدیمہ اور زندہ و مردہ آدمیوں سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ چیز برکت عطا کرسکتی ہے تو وہ مشرک ہے اور اگر یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ فلاں مزار کی زیارت کرنے، اسے ہاتھوں سے چھونے اور پھر جسم پر ملنے سے اللہ کی طرف سے برکت حاصل ہوتی ہے تو یہ شرک کا ذریعہ ہے۔

اور رہی یہ بات کہ صحابہ کرامؓ نبی کریم ﷺ کے بال، آپ کے لعاب، اور آپ کے جسم سے علیحدہ ہونے والی چیزوں سے تبرک حاصل کرتے تھے تو یہ آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے اور وہ بھی آپ کی زندگی میں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے حجرہ اور آپ کے مرنے کے بعد آپ کی قبر سے تبرک حاصل نہیں کرتے تھے اور نہ ہی تبرک کی غرض سے ایسی جگہوں کا قصد کرتے جہاں آپ ﷺ نے کبھی نماز پڑھی یا کبھی بیٹھے، لہٰذا اب ان مقامات کو باعثِ برکت سمجھنا شرک ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اولیا کے مشاہد اور مزارات کا ارادہ کرنا بدرجہ اولیٰ شرک ہوگا۔

صحابہ کرام نہ ہی ابوبکرؓ و عمرؓ ایسے جلیل القدر صحابہؓ سے ان کی زندگی میں اور نہ ہی موت کے بعد برکت حاصل کرتے تھے اور نہ ہی عبادت اور دعا کے لئے غارِ حرا میں جاتے اور نہ اس غرض سے جبل طور جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا، کا رخ کرتے۔ نہ ہی ان پہاڑوں کی طرف رختِ سفر باندھتے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ انبیا وغیرہ کے مقامات ہیں اور نہ ہی کسی نبی کے مزار کا رخ کرتے، حتیٰ کہ مسجدِ نبویؐ جہاں آپ عمر بھر نماز پڑھتے رہے، سلف صالحین میں سے کبھی کسی نے اسے بوسہ دیا اور نہ ہی مکہ مکرمہ کے ان مقامات کو جہاں آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔

وہ مقامات جس پر آپ ﷺ کے قدمِ مبارک پڑے، جہاں آپ ﷺ نے نمازیں پڑھیں، جب اُنہیں چھونا یا بوسہ دینا اُمت کے لئے جائز نہیں تو پھر اولیا وغیرہ کے مشاہد و مزارات پر برکت کی غرض سے جانا اور ان کو بوسہ دینا بھلا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

علماء کرام اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ برکت کی غرض سے ان مقامات پر جانا، ان کو چھونا، بوسہ دینا اور اس طرح کی دیگر خرافات کا محمد ﷺ کی شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (ایضاً:۲/۹۵۷)

۳ قربتِ الٰہی اور عبادات میں بدعات

اس زمانہ میں عبادات کے اندر بے شمار بدعات ایجاد کر لی گئی ہیں، اس لئے کہ عبادات میں اصل توقیف ہے، یعنی عبادات کے سلسلہ میں کسی بھی چیز کو بغیر دلیل کے مشروع قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لہٰذا ہر وہ عبادت جس کی کوئی دلیل نہ ہو، وہ بدعت ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''جس نے کوئی ایسا کام کیا جو ہمارے دین میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''

اور آج ایسی ہی بے شمار بدعات وخرافات ہمارے معاشرہ میں رائج ہو چکی ہیں۔ان میں ایک؛ نماز کے لئے زبان سے نیت کرنا ہے، مثلاً اونچی آواز سے کہنا کہ میں فرض نماز کی نیت کرتا ہوں، فرض اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، منہ طرف قبلہ شریف کے وغیرہ وغیرہ، یہ سب بدعت ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے منافی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ أَتُعَلِّمُوْنَ اللهَ بِدِيْنِكُمْ وَاللهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ السَّمٰوٰتِ وَمَا فِيْ الأَرْضِ وَاللهُ بِكُلِّ شَيْئٍ عَلِيْمٌ﴾ (الحجرات:۱۶)

''کہہ دیجئے! کہ کیا تم اللہ کو اپنی دینداری سے آگاہ کر رہے ہو۔ اللہ ہر اس چیز سے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے، بخوبی آگاہ ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔''

اور نیت دل کا کام ہے، نہ کہ زبان کا۔

ان بدعات میں سے ایک بدعت نماز کے بعد سب نمازیوں کا اجتماعی طور پر اونچی آواز میں وِرد کرنا ہے، اس لئے کہ درست بات یہ ہے کہ ہر آدمی مسنون اذکار تنہا تنہا کرے۔

اِنہی میں سے مُردوں کے لئے فاتحہ خوانی کرنا ہے۔ کسی کی موت پر قل، ساتہ، چالیسواں کی محفل☆ منعقد کرنا، کھانا تیار کروانا اور اُجرت پر قرآن خوانی کرانا، اس خیال سے کہ یہ تعزیت ہے یا یہ کہ میت کو اس سے نفع ہوگا، حالانکہ یہ سب بدعات ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ سب رسوم ورواج کی وہ طوق اور زنجیریں ہیں کہ جنھیں اسلام اُتارنے اور توڑنے آیا تھا۔

اسی طرح اسراء، معراج اور ہجرتِ نبویؐ کی مناسبت یا کسی اور دینی مناسبت سے محافل کا انعقاد کرنا سب بدعت ہے۔ شریعت میں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

اسی طرح ماہِ رجب میں رجبی عمرہ کرنا اور اس مہینہ میں خاص طور پر نوافل اور روزوں کا اہتمام کرنا، ان سب کا شمار بدعت میں ہوتا ہے، کیونکہ اس مہینے کو دیگر مہینوں پر کوئی خاص امتیاز حاصل نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس مہینہ میں نوافل اور روزوں اور دیگر عبادات کا اہتمام کرنا کسی سنت سے ثابت ہے۔

اور اسی طرح صوفیا کے تمام قسم کے خود ساختہ اذکار بھی بدعت کے زمرہ میں آتے ہیں کیونکہ یہ تمام اذکار اپنے الفاظ، طریقے اور اوقات میں شرعی اذکار کے مخالف ہیں۔

اسی طرح خصوصاً پندرہ شعبان کو روزے اور رات کو قیام کا اہتمام کرنا بھی بدعت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے کوئی ایسی چیز ثابت نہیں ہے جو اس دن کے ساتھ مخصوص ہو۔

☆ ہمارے ہاں مروّج ان رسوم میں اکثر کے پس منظر کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ ہندو تہذیب سے ہمارے ہاں آئی ہیں، ان رسوم کا بنیادی تصور ہندوؤں کے ہاں پایا جاتا ہے۔ مسلمانوں نے سالہا سال ان کے ساتھ رہنے کی وجہ سے آہستہ آہستہ ان میں معمولی تغیر وتبدل کے ساتھ اُنہیں اپنا لیا ہے۔ اس سال فروری کے پہلے ہفتے میں ایک رات مجھے اندرونِ لاہور کے ایک سن رسیدہ بزرگ کے ساتھ بیٹھنے کا اتفاق ہوا جو کئی نسلوں سے شاہی مسجد کے قریبی محلے میں آباد ہیں۔ اُنہوں نے بتایا کہ لاہور میں ہندوؤں کا اثر ورسوخ اس قدر تھا کہ کہا جاتا ہے کہ قیامِ پاکستان کے وقت انارکلی کے مشہور بازار میں مسلمانوں کی صرف ایک ہی دکان تھی۔ اس دور میں لاہور کے سب مسلمان مل کر شیعہ کے گھوڑے کے جلوس میں شریک ہوتے اور ہندوؤں کے بالمقابل مسلم یکجہتی اور قوت کے اظہار کے لئے اس جلوس میں شیعہ کے ساتھ اہل سنت کے مکاتبِ فکر بھی شرکت کیا کرتے۔ جب ہندو یہاں سے چلے گئے تو سنی مسلمانوں نے شیعہ سے نکھار کے لئے گھوڑے کے جلوس کے بالمقابل عید میلادالنبی کا جلوس متعارف کرایا۔ اب شیعہ گھوڑے کا جلوس نکالتے تو سنی مسلمان عید میلادالنبی کا۔

عبدالقیوم نامی اس بزرگ نے ایسے ہی یہ بھی بتایا کہ جنازے پر کلمہ شہادت بلند کرنے کی وجہ یا اس بدعت کے مروّج ہونے کا پس منظر یہ ہے کہ ہندو مسلم جنازوں میں امتیاز کے لئے کلمہ شہادت کے نعرے کو بلند کیا جاتا۔ جب ہندو اپنی میت کی چتا جلانے یا کسی اور مقصد کے لئے اُٹھا کر کہیں لے جاتے تو وہ ظاہر ہے کلمہ بلند نہیں کرتے تھے بلکہ کھو رام، رام کہا کرتے، اسی سے اُردو زبان میں 'کہرام' کا لفظ آیا ہے۔

محترم عبدالقیوم صاحب کی ان باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں مروّجہ کئی رسموں کا پس منظر ہندو مسلم کی مشترکہ معاشرت میں ملتا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ خالص اسلام کو مقامی رسوم اور تہواروں سے نکھار کر پیش کیا جائے۔ ہمارے ہاں کی مروّجہ بیشتر بدعتوں کے پس پردہ ایسے ہی عوامل کارفرما ہیں۔ مدیر

اسی طرح قبروں پر عمارات تعمیر کرنا، نیز اسے مسجد بنانا اور تبرک کی غرض سے اس کی زیارت کرنا، مُردوں کو وسیلہ بنانا اوراس کے علاوہ دیگر شرکیہ مقاصد کے لئے وہاں جانا۔

عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا بھی بدعت ہے، کیونکہ رسول اللہ نے قبروں کی زیارت کرنیوالی عورتوں اور قبروں کو مسجد بنانے اور چراغ روشن کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔

حرفِ آخر

الغرض یہ تمام بدعات کفر کی ڈاک ہیں اوراس سے مراد: دین میں ہر وہ اضافہ ہے جسے اللہ اوراس کے رسول نے مشروع قرار نہیں دیا۔ بدعت گناہِ کبیرہ سے زیادہ خطرناک ہے اور شیطان کبیرہ گناہ پر اتنا خوش نہیں ہوتا جتنا انسان کے بدعت کے ارتکاب پر خوش ہوتا ہے، کیونکہ گناہگار گناہ کرتے ہوئے یہ جانتا ہے کہ یہ گناہ ہے، لہٰذا وہ اس سے توبہ کرسکتا ہے اور بدعتی اسے دین سمجھ کر اس کا ارتکاب کرتا ہے وہ اس سے کبھی توبہ نہیں کرے گا۔

بدعات سنتوں کا خاتمہ کردیتی ہیں، اہل بدعت کوسنت اوراہل سنت سے متنفر کردیتی ہے۔ اور بدعت انسان کواللہ سے دوری، دل کی کجی اور آخر کار اللہ کے غضب کا باعث بن جاتی ہے

اہل بدعت سے کیا سلوک کیا جائے!

مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی خیر خواہی کرتے ہوئے اسے درست امر کی نشاندہی کرے جس میں حکمت اور حسن تدبیر کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہو۔ چنانچہ اہل بدعت کے پاس ملاقات کے لئے جانا، ان کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا اور ان سے لین دین کرنا اسی وقت درست ہے جب اس کا مقصد ان کو نصیحت کرنا اور ان کو قریب کرکے سمجھانا ہو۔ ہمیں اپنے طرزعمل کے ذریعے اہل بدعت کے اس فعل سے بیزاری کا اظہار بھی کرنا چاہیے۔ البتہ اگر انسان کے پاس بدعتی کو بدعت کے ارتکاب سے روکنے کی طاقت نہ ہوتو اس سے احتراز کرنا ضروری ہے، کیونکہ بدعتی کی صحبت سے انسان پر برا اثر مرتب ہوتا ہے۔

جہاں تک صاحبِ اختیار لوگوں کا تعلق ہے جنہیں اہل بدعت کو روکنے کی طاقت ہو تو ان کا یہ فرض ہے کہ وہ ان کی گرفت کریں، اُن کو سمجھائیں اور ان کو بدعت سے روکیں۔ یقیناً یہ بدعات اسلام کے لئے شدید خطرہ ہیں۔ غیر مسلم ممالک بدعت کی نشر واشاعت میں اہل بدعت کی حوصلہ افزائی اور ہر ممکن ان کا تعاون کررہے ہیں، تاکہ اسلام کا خاتمہ اوراس کی صورت کو مسخ کیا جاسکے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے خواستگار ہیں کہ وہ اپنے دین کی مدد فرمائے اوراپنے کلمے کو بلند اوراسکے دشمنوں کو رسوا کرے۔ وصلی اللہ علیٰ نبینا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین